حضور ﷺ نے فرمایا: "البرکۃ مع أکابرکم" برکت تمہارے اکابر کے ساتھ ہیں۔
(رواہ ابن حبان باسناد صحیح)

تحقیقی، علمی و اصلاحی

اشاعت نمبر ۱۱

رسالہ

دِفَاعِ اَسلاف

ہند

زیرِ سر پرستی

مصلح ملت
حضرت مولانا عبید الرحمٰن اطہر صاحب
دامت برکاتہم

سلسلہ دفاع فضائل اعمال ۱۱

اہل حدیث حضرات صحیح واقعات کا انکار کرتے ہیں۔

(ایک بزرگ کا ایک دن میں "۲۰۰۰" رکعات پڑھنا)

(معراج ربانی صاحب کو جواب)

-مفتی ابو احمد ابن اسماعیل مدنی

-مولانا عبد الرحیم قاسمی

- ڈاکٹر ابو محمد شہاب علوی

فضیلۃ الشیخ معراج ربانی صاحب کہتے ہیں کہ:

" زکریا صاحب (۴۲۷ صفحہ) پر لکھتے ہیں: "ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ وہ روزانہ ایک ہزار رکعات نماز کھڑے ہو کر پڑھتے تھے، اور جب پاؤں رہ جاتے یعنی درد ہو جاتا، یعنی کھڑے ہونے سے عاجز ہو جاتے تو ایک ہزار رکعات بیٹھ کر پڑھتے اور عصر کے بعد عاجزی سے بیٹھ کر کہتے یا اللہ اس مخلوق پر بڑی حیرت ہے کہ کس طرح انہوں نے تیرا بدل دوسری چیزوں کو بنالیا"۔

میں سمجھتا ہوں کہ گاما[Gama] پہلوان بھی اتنی بری طرح ڈنڈ نہیں مار سکتا ہے وہ، گاما پہلوان یا جھارا پہلوان، یا اور کون کون سے پہلوان ہیں، ان سے کہہ دو کہ تم ایک ہزار ڈنڈ مارو، دیکھتے ہیں، یہ ڈنڈ ہی مارنا ہے،

اس طرح کی نماز تو اللہ کے نبی ﷺ نے نہیں پڑھی، نہ پڑھائی نہ پڑھنے کا حکم دیا، اللہ کے نبی ﷺ نے، دو ہزار رکعات نماز، اوہ ہو کون پڑھے گا بھیا،

اور وہ بھی عصر کے بیٹھ کے دعا کرتے تھے یعنی عصر سے مغرب تک گویا کچھ نہیں ہوتا تھا، **اب جوڑلو بگنا، موتنا، بیوی کے حقوق، بچوں کے حقوق، یہ سب کہاں گئے ؟ سونا، جاگنا، کچھ نہیں، سمجھو کچھ نہیں، دو ہزار رکعات، اعوذ باللہ، یہ گپ نہیں ہے زکریا صاحب کی، دیوبند کی گپ ہے یہ سنو"۔**

الجواب:

فضیلۃ الشیخ معراج ربانی صاحب نے اس واقعہ پر '۳' اعتراضات کئے ہیں:

(۱) یہ واقعہ جھوٹا ہے۔ (جیسا کہ موصوف کی عادت شریفہ ہے)

(۲) نبی کریم ﷺ نے اس طرح کثرت سے نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا۔

(۳) روزمرہ کی زندگی میں یہ واقعہ یعنی ۲۰۰۰ رکعات پڑھنا، ممکن نہیں ہے۔

معراج ربانی صاحب کی حسب عادت خیانت:

حسب عادت معراج ربانی صاحب نے فضائل اعمال کی اس عبارت میں بھی خیانت کی ہے، فضائل اعمال کی پوری عبارت درج ذیل ہیں:

فضائل اعمال: ج ۲: فضائل صدقات، حصہ دوم، حدیث نمبر ۱۴ کے تحت حضرت شیخ الحدیث، مولانا زکریا صاحبؒ **(م ۱۴۰۲ھ)** لکھتے ہیں:

" اس کے علاوہ بہت سے واقعات ان حضرات کے امام غزالیؒ نے نقل کیے ہیں۔۔۔۔ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ وہ روزانہ ایک ہزار رکعت نماز کھڑے ہو کر پڑھتے، جب پائوں رہ جاتے، یعنی کھڑے ہونے سے عاجز ہو جاتے، تو ایک ہزار رکعت بیٹھ کر پڑھتے اور عصر کے بعد عاجزی سے بیٹھ کر کہتے: یا اللہ! اس مخلوق پر بڑی حیرت ہے کہ کس طرح

انھوں نے تیرا بدل دوسری چیزوں کو بنالیا؟ کیسی تعجب کی بات ہے ان کا دل تیرے سوا کسی چیز سے کس طرح مانوس ہوتا ہے؟ بلکہ تعجب کی بات یہ ہے کہ تیرے ذکر کے سوا کوئی دوسری چیز ان کے دل میں کس طرح چمکتی ہے؟ ''۔

(فضائل اعمال:ج۲:فضائل صدقات:حصہ دوم، حدیث نمبر ۱۴ کے تحت : ص۴۸۸-۴۹۱، طبع دینیات، ونسخہ یاسین بکڈپو، دہلی:ج۲:ص۴۲۷-۴۲۹)

اسکین: فضائل اعمال (نسخہ دینیات)
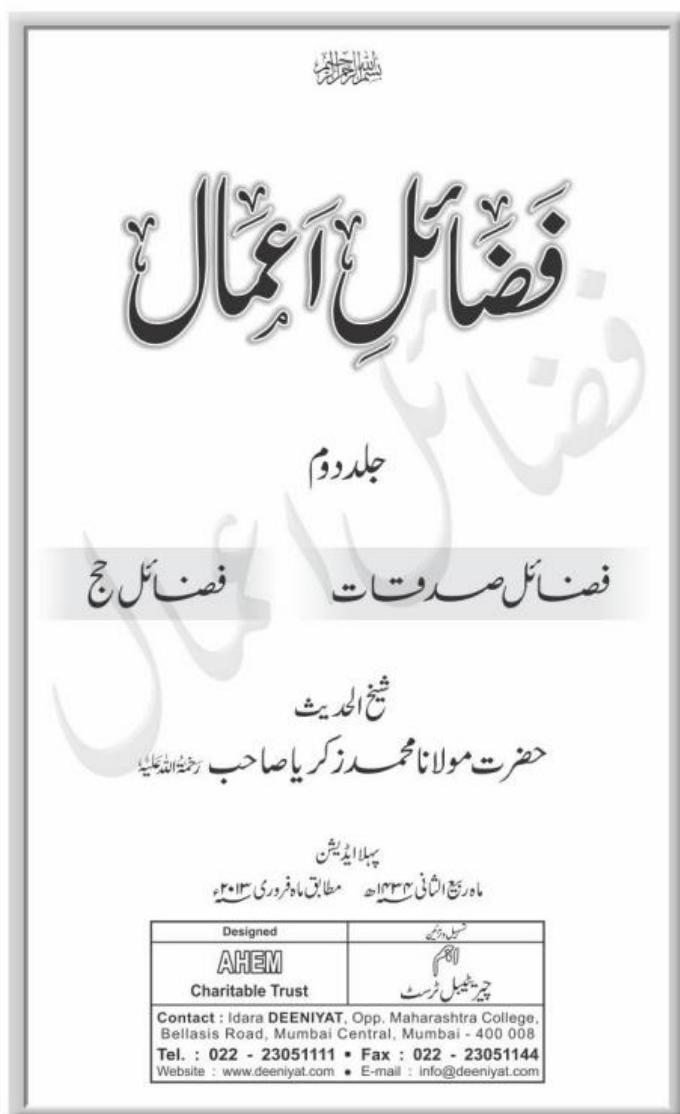
مجھے اس قدر نفرت ہو۔

حضرت مُجمّع رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ کوٹھے کی طرف منہ اُٹھایا، تو ایک نامحرم عورت پر نگاہ پڑگئی، انہوں نے عہد کرلیا کہ اتنے زندہ رہوں گا کبھی سر اوپر نہیں اُٹھاؤں گا۔

اس کے علاوہ بہت سے واقعات ان حضرات کے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیے ہیں، جن میں ذرا سی معمولی بات بھی اگر ان سے صادر ہوجاتی تھی، تو اپنے نفس کو سخت سزا دیتے تھے اور یہ سب کیوں تھا؟ صرف اُسی گھاٹی کے ڈر کی وجہ سے، جس کا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے ذکر کیا اور ہم سب اُس سے ایسے مطمئن ہیں جیسا کہ وہ گھاٹی ان حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہی کے راستہ میں آئے گی، ہم تو ہوائی جہاز میں سوار ہوکر اس پر سے گذر جائیں گے! ہم لوگ کس قدر اپنی جانوں پر ظلم کررہے ہیں کہ بھول کر بھی اُس گھاٹی کا خیال نہیں آتا۔ اس کے بعد امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ تو اپنے غلام کو (اپنے نوکر کو) اپنی اولاد کو جب اُن سے کوئی کوتاہی ہوجاتی ہے، سزا دیتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ اگر تنبیہ نہ کی گئی تو وہ بے قابو ہوجائیں گے، سرکش ہوجائیں گے؛ لیکن اپنے نفس کی کبھی پروا نہیں کرتا کہ یہ سرکش② ہوتا جارہا ہے۔ دوسروں کی سرکشی سے تجھے اتنا نقصان نہیں پہونچتا جتنا تیرے نفس کی سرکشی سے تجھے نقصان پہونچتا ہے، اس لیے کہ دوسروں کی سرکشی سے اگر نقصان پہونچتا ہے تو وہ تیری دنیا کا نقصان ہے اور تیرے نفس کی سرکشی سے تیری آخرت کو نقصان پہونچ رہا ہے جو کبھی فنا ہونے والی نہیں ہے، اُس کی نعمتیں ختم ہونے والی نہیں ہیں، ان کا نقصان کتنا سخت نقصان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلاف③ میں سے اگر کسی سے آخرت کے کاموں میں کچھ کوتاہی ہوجاتی تھی، تو وہ اُس کی تلافی کا انتہائی فکر کرتا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک مرتبہ عصر کی نماز جماعت سے فوت④ ہوگئی تو انہوں نے اس کی تلافی⑤ میں ایک باغ جس کی قیمت دو لاکھ درہم تھی، صدقہ کردیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی جس دن کسی نماز کی جماعت فوت ہوجاتی تو اُس دن شام کو ساری رات جاگا کرتے تھے۔ ایک دن مغرب کی نماز کو دیر ہوگئی تھی، تو دو غلام اس کی تلافی میں آزاد کیے۔ جب کسی شخص کو عبادات میں سستی پیدا ہو تو مناسب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے کسی ایسے بندے کی صحبت میں رہے، جو عبادت میں زیادہ انہماک سے مشغول ہو اور اگر کسی ایسے کی صحبت میسّر⑥ نہ آوے تو پھر ایسے لوگوں کے احوال کو عبرت اور غور کی نگاہ سے پڑھا کرے (جن میں سے بہت سے واقعات "روض الریاحین" میں لکھے ہیں، جس کا مختصر اُردو ترجمہ "نُزْہَۃُ الْبَسَاتِیْن" بھی ہے۔)

حل لغات: ① اوپر کا کمرہ۔ ② نافرمان۔ ③ پہلے کے بزرگوں۔ ④ چھوٹنا۔ ⑤ بھرپائی۔ ⑥ حاصل۔

زہد و قناعت

عمدہ پھل چھانٹ کر چُنے جاتے ہیں۔ اسود بن یزید رحمۃ اللہ علیہ عبادت میں اتنی مَشَقَّت اٹھاتے اور گرمیوں کی شدّت[1] میں روزے رکھتے کہ اُن کا بدن کالا پڑ گیا تھا۔ علقمہ بن قیس رحمۃ اللہ علیہ نے اُن سے پوچھا کہ آپ اپنے بدن کو اس قدر عذاب کیوں دیتے ہیں؟ فرمانے لگے: (قیامت میں) اُس کے اِعزاز[2] کے لیے، یعنی یہ مشقت اس لیے اُٹھاتا ہوں کہ قیامت کے دن اس بدن کو اعزاز نصیب ہو جائے۔

ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ وہ روزانہ ایک ہزار رکعت نماز کھڑے ہو کر پڑھتے جب پاؤں رہ جاتے یعنی کھڑے ہونے سے عاجز ہو جاتے تو ایک ہزار رکعت بیٹھ کر پڑھتے اور عصر کے بعد عاجزی سے بیٹھ کر کہتے: یا اللہ! اس مخلوق پر بڑی حیرت ہے کہ کس طرح انہوں نے تیرا بدل دوسری چیزوں کو بنالیا، کیسی تعجب کی بات ہے، ان کا دل تیرے سوا کسی چیز سے کس طرح مانوس[3] ہوتا ہے، بلکہ تعجب کی بات یہ ہے کہ تیرے ذکر کے سوا کوئی دوسری چیز ان کے دل میں کس طرح چمکتی ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سرّی سقطی رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ عبادت کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا، اٹھانوے (98) برس تک کسی نے اُن کو مرض الموت کے علاوہ لیٹے ہوئے نہیں دیکھا۔

حضرت ابو محمد جریری رحمۃ اللہ علیہ نے مکہ مکرمہ میں ایک سال کا اعتکاف کیا، جس میں نہ تو بالکل سوئے نہ بات کی، نہ کسی لکڑی یا دیوار پر سہارا لیا یا ٹیک لگائی۔ حضرت ابو بکر کتانی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن سے پوچھا کہ اس مجاہدہ پر تمہیں کس چیز سے قدرت[4] حاصل ہوئی؟ وہ فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ شانُہٗ نے میرے باطن[5] کی پختگی[6] کو دیکھا، اُس نے میرے ظاہر کو اس پر قدرت عطا فرمائی۔ حضرت ابو بکر کتانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سن کر سوچ اور فکر میں گردن جھکا لی اور تھوڑی دیر کچھ سوچتے رہے، پھر اسی سوچ و فکر میں چلے گئے۔ ایک شخص کہتے ہیں کہ میں حضرت فتح بن سعید موصلی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے گزرا وہ دونوں ہاتھ پھیلائے رو رہے تھے اور ان کے آنسو انگلیوں کے بیچ میں سے نیچے گر رہے تھے اور وہ زرد تھے (یعنی آنسوؤں میں خون کی آمیزش[7] تھی)۔ میں نے اُن سے قسم دے کر پوچھا کہ یہ خون کے آنسو کس صدمہ سے گرا رہے ہو (خیر تو ہے کیا آفت آگئی)؟ وہ فرمانے لگے کہ اگر تم قسم نہ دیتے تو میں نہ بتاتا۔ ہاں میں اس پر رو رہا ہوں کہ میں نے حق تعالیٰ شانُہٗ کا جو حق مجھ پر تھا، اس کو ادا نہیں کیا، میں نے کہا کہ خون کیوں آگیا؟ کہنے لگے: اس خوف سے کہ میرا یہ رونا کہیں غیر معتبر اور جھوٹا (نفاق سے) نہ ہو۔ وہ شخص کہتے ہیں کہ جب ان کا انتقال ہو گیا، تو میں نے ان کو خواب میں دیکھا۔ میں نے اُن سے پوچھا کہ آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ فرمایا: میری مغفرت ہو گئی، میں نے پوچھا کہ تمہارے آنسوؤں کا کیا

حل لغات: (۱) تیزی۔ (۲) عزت۔ (۳) گھل مل جانا۔ (۴) طاقت۔ (۵) اندر، دل۔ (۶) مضبوطی۔ (۷) ملاوٹ۔

زہد و قناعت

لیجئے! حضرت شیخ الحدیث، مولانا زکریا صاحب رحؒ (م ۱۴۰۲ھ) نے یہ بات امام غزالی رحؒ (م ۵۰۵ھ) سے نقل کی ہے۔

اور امام غزالی رحؒ (م ۵۰۵ھ) نے اپنے مشہور کتاب ''احیاء علوم الدین'' میں یہ بات کہی ہے۔ چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں:

وكان بعض المجتهدين يصلي كل يوم الف ركعة حتى أقعد من رجليه فكان يصلي جالسا ألف ركعة فإذا صلى العصر احتبى ثم قال عجبت للخليقة كيف أرادت بك بدلا منك عجبت للخليقة كيف أنست بسواك بل عجبت للخليقة كيف استنارت قلوبها بذكر سواك۔ (إحياء علوم الدين: ۴/۴۰۹)

إحياء علوم الدين

تصنيف

الإمام أبي حامد محمد بن محمد الغزالي

المتوفى في سنة ٥٠٥ هـ

وبذيله كتاب

المغني عن حمل الأسفار في الأسفار

في تخريج ما في الإحياء من الأخبار

للعلامة زين الدين أبي الفضل عبد الرحيم بن الحسين العراقي

المتوفى في سنة ٨٠٦ هـ

وتماما للنفع ألحقنا بالكتاب في آخره ثلاثة كتب:

الأول : تعريف الأحياء بفضائل الإحياء، للعلامة عبد القادر بن شيخ بن عبد الله ابن شيخ بن عبد الله العيدروس باعلوي

الثاني : الإملاء عن إشكالات الإحياء، للإمام الغزالي، رد به اعتراضات أوردها بعض المعاصرين له على بعض مواضع من الإحياء.

الثالث : عوارف المعارف، للعارف بالله تعالى الإمام السهروردي

الجزء الرابع

دار المعرفة

بيروت - لبنان

١٤٠٢ هـ - ١٩٨٢ م

طوائف منهم ، ما كانوا يفرحون بشيء من الدنيا أقبل ، ولا يتأسفون على شيء منها أدبر ، ولهى كانت أهون في أعينهم من هذا التراب الذى تطئونه بأرجلكم ، إن كان أحدهم ليعيش عمره كله ماطوى له ثوب ولا أمر أهله بصنعة طعام قط ، ولا جعل بينه وبين الأرض شيئا قط ، وأدركتهم عاملين بكتاب ربهم وسنة نبيهم إذا جنهم الليل فقيام على أطرافهم ، يفترشون وجوههم ، تجرى دموعهم على خدودهم ، يناجون ربهم فى فكاك رقابهم ، إذا عملوا الحسنة فرحوا بها ودأبوا فى شكرها وسألوا الله أن يتقبلها ، وإذا عملوا السيئة أحزنتهم وسألوا الله تعالى أن يغفرها لهم ، والله مازالوا كذلك وعلى ذلك ووالله ماسلموا من الذنوب ولا نجوا إلا بالمغفرة . ويحكى أنّ قوما دخلوا على عمر بن عبد العزيز يعودونه فى مرضه ، وإذا فيهم شاب ناحل الجسم ، فقال عمر له : يافتى ماالذى بلغ بك ما أرى ؟ فقال : ياأمير المؤمنين أسقام وأمراض ، فقال : سألتك بالله إلا صدقتنى ! فقال : ياأمير المؤمنين ذقت حلاوة الدنيا فوجدتها مرّة وصغر عندى زهرتها وحلاوتها واستوى عند ذهبها وحجرها ، وكأنى أنظر إلى عرش ربى والناس يساقون إلى الجنة والنار فأظمأت لذلك نهارى وأسهرت ليلى ، وقليل حقير كل ما أنا فيه فى جنب ثواب الله وعقابه . وقال أبو نعيم : كان داود الطائى يشرب الفتيت ولا يأكل الخبز فقيل له فى ذلك فقال : بين مضغ الخبز وشرب الفتيت قراءة خمسين آية . ودخل رجل عليه يوما فقال : إنّ فى سقف بيتك جذعا مكسورا فقال : يا ابن أخى إن لى فى البيت منذ عشرين سنة ما نظرت إلى السقف . وكانوا يكرهون فضول النظر كما يكرهون فضول الكلام . وقال محمد بن عبد العزيز : جلسنا إلى أحمد بن رزين من غدوة إلى العصر فما التفت يمنة ولا يسرة ! فقيل له فى ذلك فقال إن الله عز وجل خلق العينين لينظر بهما العبد إلى عظمة الله تعالى . فكل من نظر بغير اعتبار كتبت عليه خطيئة . وقالت امرأة مسروق : ما كان يوجد مسروق إلا وساقاه منتفختان من طول الصلاة ! وقالت : والله إن كنت لأجلس خلفه فأبكى رحمة له . وقال أبو الدرداء : لولا ثلاث ما أحببت العيش يوما واحدا : الظمأ لله بالهواجر ، والسجود لله فى جوف الليل ، ومجالسة أقوام ينتقون أطايب الكلام كما ينتقى أطايب الثمر وكان الأسود بن يزيد يجتهد فى العبادة ويصوم فى الحر حتى يخضر جسده ويصفر ، فكان علقمة بن قيس يقول له : لم تعذب نفسك ؟ فيقول : كرامتها أريد . وكان يصوم حتى يخضر جسده ويصلى حتى يسقط ، فدخل عليه أنس بن مالك والحسن فقالا له : إن الله عز وجل لم يأمرك بكل هذا ؟ فقال : إنما أنا عبد مملوك لا أدع من الاستكانة شيئا إلا جئت به . وكان بعض المجتهدين يصلى كل يوم ألف ركعة ، حتى أقعد من رجليه فكان يصلى جالسا ألف ركعة ، فإذا صلى العصر احتبى ثم قال : عجبت للخليقة كيف أرادت بك بدلا منك ! عجبت للخليقة كيف أنست بسواك ! بل عجبت للخليقة كيف استنارت قلوبها بذكر سواك ! وكان ثابت البنانى قد حببت إليه الصلاة فكان يقول : اللهم إن كنت أذنت لأحد أن يصلى لك فى قبره فأذن لى أن أصلى فى قبرى . وقال الجنيد : مارأيت أعبد من السرى ! أتت عليه ثمان وتسعون سنة مارؤى مضطجعا إلا فى علة الموت . وقال الحارث بن سعد : مرّ قوم براهب فرأوا مايصنع بنفسه من شدّة اجتهاده ، فكلموه فى ذلك فقال : وما هذا عند مايراد بالخلق من ملاقاة الأهوال وهم غافلون ، قد اعتكفوا على حظوظ أنفسهم ونسوا حظهم الأكبر من ربهم ؟ فبكى القوم عن آخرهم . وعن أبى محمد المغازلى قال : جاور أبو محمد الجريرى بمكة سنة فلم ينم ولم يتكلم ولم يستند إلى عمود ولا إلى حائط ولم يمدّ رجليه ، فعبر عليه أبو بكر الكتانى فسلم عليه وقال له يا أبا محمد بم قدرت على اعتكافك هذا ؟ فقال : علم صدق باطنى فأعاننى على ظاهرى ، فأطرق الكتانى ومشى مفكرا . وعن بعضهم قال : دخلت على فتح الموصلى فرأيته قد مدّ كفيه

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ شیخ زکریاؒ (م **۱۴۰۲ھ**) تو ناقل ہیں، اور ناقل کے سلسلہ میں غیر مقلدین کا کیا اصول ہے، وہ بھی ملاحظہ فرمائیں:

(الف) غیر مقلدین کے محدث العصر حافظ گوندلوی صاحب لکھتے ہیں:

''پھر اس میں امام ذہبیؒ کا کیا قصور ہے، وہ تو ناقل ہیں، اور امام مالکؒ سے نقل کر رہے ہیں''۔

(دوام حدیث، از حافظ گوندلوی صاحب، تحقیق و تعلیق حافظ شاہد صاحب: جلد ۲: صفحہ ۱۸۶)

تو پھر مولانا زکریاؒ بھی تو ناقل ہیں، تو پھر ان پر کفر شرک، بدعت، اور توہینِ کعبہ کا فتویٰ کیوں، اب یا تو غیر مقلدین کا اصول جھوٹا ہے یا فضائل اعمال اور مولانا زکریاؒ کے بغض میں آپ نے اپنے اصول کو ہی توڑا ہے۔

(ب) اہل حدیث حضرات کے شیخ الاسلام ابو القاسم سیف بنارسی صاحب، نے ناقل کے سلسلہ میں ضابطہ ذکر کیا ہے کہ:

''نواب (صدیق حسن خان) صاحب ممدوح صرف ناقل ہیں، اور نقل شیئ اس امر کو مستلزم نہیں کہ ناقل کا بھی وہی مذہب ہو''۔ (**دفاع بخاری** تالیف شیخ الاسلام ابو القاسم سیف بنارسی صاحب، تقدیم فضیلۃ الشیخ ارشاد الحق اثری صاحب، تحقیق و تعلیق حافظ شاہد محمود صاحب،: **صفحہ ۲۷۹**)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''یہ امر بدیہی ہے کہ نقل امر اس بات کو مستلزم نہیں کہ ناقل کے نزدیک وہ بات صحیح ہو'' **(دفاع بخاری: ۱۰۱)**

مولانا زکریا صاحبؒ بھی تو ناقل ہیں، پھر غیر مقلدین حضرات ان پر کیسے اعتراض کر رہے ہیں،

کیا اہل حدیث حضرات کا اپنے لئے الگ اصول ہے اور دوسروں کے لئے الگ۔

اعتراض نمبر "۱" کا جواب :

یہ واقعہ جھوٹا نہیں، بلکہ صحیح واقعہ ہے۔ چنانچہ امام ابو نعیم الاصبہانیؒ (م ۴۳۰ھ) نے فرمایا:

حدثنا أبي، ثنا أحمد بن محمد، ثنا عبد الله بن محمد، حدثني محمد بن يحيى بن أبي حاتم، ثنا جعفر بن أبي جعفر، عن رياح، قال: كان عندنا سليمان رجل يصلي كل يوم وليلة ألف ركعة حتى أقعد من رجليه فكان يصلي جالسا ألف ركعة، فإذا صلى العصر احتبى واستقبل القبلة ويقول: عجبت للخليقة كيف آنست بسواك بل عجبت للخليقة كيف استنارت قلوب بذكر سواك۔ (حلية الاولياء لابی نعيم: ج ٦: ص ١٩٦)

سند کی تحقیق:

(۱) امام ابو نعیم، احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق الاصبہانیؒ (م ۴۳۰ھ) مشہور ثقہ، حافظ الحدیث ہیں۔

(کتاب الثقات للقاسم: ج ۱: ص ۳۶۵)

(۲) امام ابو نعیمؒ (م ۴۳۰ھ) کے والد، ابو محمد، عبد اللہ بن احمد بن اسحاق الاصبہانیؒ (م ۳۶۵ھ) بھی صدوق، امام اور حافظ الحدیث ہیں۔ **(سیر: ج ۱۶: ص ۲۸۱-۲۸۲)**

(۳) احمد بن محمد سے مراد احمد بن محمد بن عمر بن ابان، ابو الحسن الاصبہانیؒ (م ۳۳۲ھ) مشہور ثقہ، محدث ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء: ج ۶: ص ۲۱۷، التذییل علی کتب الجرح و التعدیل: ص ۲۲)

(۴) عبد اللہ بن محمد سے مراد مشہور صدوق، حافظ الحدیث، عبد اللہ بن محمد بن عبید بن سفیان الاموی القرشی المعروف بابن ابی الدنیا (م ۲۸۱ھ) ہیں۔ **(تقریب: رقم ۳۵۹۱)**

(۵) محمد بن یحیی بن ابی حاتم عبد الکریم الازدی البصریؒ (م ۲۵۲ھ) بھی ثقہ ہیں۔

(تاریخ بغداد: ج ۴: ص ۱۸۴، اکمال تہذیب الکمال: ج ۱۰: ص ۳۹۰)

(۶) جعفر بن ابی جعفر الرازیؒ سے مراد جعفر بن ابی جعفر محمد بن مہران الرازی الجمالؒ ہے اور وہ صدوق ہیں۔

ان سے محمد بن یحیی بن ابی حاتم عبد الکریم الازدی البصریؒ (م ۲۵۲ھ)، عبد الرحمٰن بن بشر بن حکم العبدیؒ (م ۲۶۰ھ)، حافظ عمر بن محمد بن اسحاق الرازیؒ وغیرہ نے روایت لی ہے۔

(حلیۃ الاولیاء: ج ۶: ص ۲۱۷، عیون الاخبار: ج ۲: ص ۳۴۲، المعارف لابن قتیبہ: ص ۶۲، ت شیخ ثروت عکاشۃ، الارشاد للخلیلی: ج ۲: ص ۶۶۸)

امام خلیلیؒ (م ۴۴۶ھ) نے ان کو ائمہ میں شمار کیا ہے، اور حافظ مزیؒ (م ۷۴۲ھ)، حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) وغیرہ کے نزدیک ان میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(الارشاد للخلیلی: ج ۲: ص ۶۶۸، تہذیب الکمال: ج ۵: ص ۳۹۰، ج ۱: ص ۱۵۳، تذھیب التہذیب: ج ۲: ص ۲۰۹، ج ۱: ص ۱۱۰، تاریخ دمشق لابن عساکر: ج ۱۲: ص ۴۸، الجرح والتعدیل للشیخ ابراھیم بن عبد اللہ اللاحم طبع مکتبۃ الرشد: ص ۳۱۲)

لہٰذا وہ صدوق ہیں۔

(۷) ریاح بن عمرو القیسی بھی صدوق ہیں۔ **(کتاب الثقات للقاسم: ج ۴: ص ۲۸۰)**

خلاصہ یہ کہ یہ سند حسن اور واقعہ صحیح ہے۔

ائمہ نے بھی اس واقعہ کو تسلیم کیا ہے:

(۱) حجۃ الاسلام، امام غزالیؒ (م ۵۰۵ھ) نے کہا:

وکان بعض المجتهدين يصلى كل يوم الف ركعة حتى أقعد من رجليه فكان يصلى جالسا ألف ركعة فإذا صلى العصر احتبى ثم قال عجبت للخليقة كيف أرادت بك بدلا منك عجبت للخليقة كيف أنست بسواك بل عجبت للخليقة كيف استنارت قلوبها بذكر سواك۔

بعض عبادت گزار روزانہ ایک ہزار رکعت نماز کھڑے ہو کر پڑھتے، جب پاؤں رہ جاتے یعنی کھڑے ہونے سے عاجز ہو جاتے تو ایک ہزار رکعت بیٹھ کر پڑھتے اور عصر کے بعد عاجزی سے بیٹھ کر کہتے: یا اللہ! اس مخلوق پر بڑی حیرت ہے کہ کس طرح انھوں نے تیرا بدل دوسری چیزوں کو بنالیا، کیسی تعجب کی بات ہے انکا دل تیرے سوا کسی چیز سے کس طرح مانوس ہوتا ہے، بلکہ تعجب کی بات یہ ہے کہ تیرے ذکر کے سوا کوئی دوسری چیز ان کے دل میں کس طرح چمکتی ہے؟۔

(احیاء علوم الدین: ج۴: ص۴۰۹)

- مشہور ثقہ، محدث، امام ابن الجوزیؒ (م۵۹۷ھ) نے بھی یہی واقعہ نقل کیا ہے۔**(صفوۃ الصفوۃ: ج۲: ص۵۲۷)**

- حافظ ابن رجبؒ (م۷۹۵ھ) نے کہا کہ:

كـان بعـضُ السَّـلف يُصـلِّي كـلَّ يـوم ألـف ركعـة حتـى أُقعِـدَ مـن رجليـه، فكـان يُصـلي جالساً ألف ركعة۔

بعض اسلاف ہر روز ایک ہزار رکعت نماز کھڑے ہو کر پڑھتے، جب پاؤں رہ جاتے، یعنی کھڑے ہونے سے عاجز ہو جاتے، تو مزید ایک ہزار رکعت بیٹھ کر پڑھتے تھے۔**(جامع العلوم و الحکم: ج۲: ص۵۲۱، ت الارناؤوط)**

معلوم ہوا کہ ائمہ فقہاء و محدثین بھی اس واقعہ کو صحیح تسلیم کرتے ہیں اور اس کی سند بھی مقبول ہے۔

لہذا معراج ربانی صاحب کا اس واقعہ کو جھوٹا کہنا باطل و مردود ہے۔

اعتراض نمبر "۲" کا جواب :

پتہ نہیں معراج ربانی صاحب نے یہ عجیب و غریب دعوی کیسے کر دیا کہ نبی کریم ﷺ نے کثرت سے نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا، جب کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

الصلاۃ خیر موضوع، فمن استطاع أن یستکثر فلیستکثر۔

نماز ایک بہترین عبادت ہے، لہذا جو کوئی کثرت سے نماز پڑھنے کی استطاعت رکھتا ہے، تو اسے چاہیے کہ وہ کثرت سے نماز پڑھے۔

(المعجم الاوسط: ج۱: ص ۸۴، مجمع الزوائد: حدیث نمبر ۳۵۰۵، فتح الباری: ج۲: ص ۴۷۹، تفسیر ابن کثیر: ج۲: ص ۴۷۱، ت شیخ ابن سلامۃ، صحیح الترغیب الترھیب: حدیث نمبر ۳۹۰، صحیح الجامع الصغیر: حدیث نمبر ۳۸۷۰)

شیخ الالبانیؒ نے اس روایت کو حسن لغیرہ قرار دیا ہے۔

محدث مناویؒ (**م ۱۰۳۱ھ**) نے اس حدیث کی شرح میں ائمہ اسلاف کے کثرت نماز کے واقعات ذکر کئے ہیں، کہ اسلافؒ نے ایک ایک دن میں **'۱۰۰۰' رکعات** پڑھی ہے۔

ان کے الفاظ یہ ہیں:

(الصلاة خير موضوع) بإضافة خير إلى موضوع أي أفضل ما وضعه الله أي شرعه من العبادات (فمن استطاع أن يستكثر) منها (فليستكثر) لأن بها تبدو قوة الإيمان في شهود ملازمة خدمة الأركان ومن كان أقواهم إيمانا كان أكثرهم وأطولهم صلاة وقنوتا وإيقانا وقد جعلها الله فروضا وسننا. كان عامر بن عبد الله بن قيس التابعي جعل عليه كل يوم ألف ركعة فلا ينصرف منها إلا وقد انتفخت قدماه وساقاه ثم يقول لنفسه: يا نفس إنما أريد إكرامك غدا عند الله والله لأعملن بك عملا حتى لا يأخذ الفراش منك نصيبا وقال بعضهم: مكث عندنا رجل ثلاثة عشر سنة يصلي كل يوم ألف ركعة حتى أقعد فكان إذا صلى العصر احتبى واستقبل القبلة ثم قال: عجبت للخليقة كيف أرادت بك بدلا عجبت للخليقة كيف شاءت سواك. ثم يسكت إلى الغروب. وقال الداراني: لو خيرت بين ركعتين وبين دخول الفردوس لاخترت الركعتين لأني في الفردوس بحظي وفي الركعتين بحق ربي۔

(فیض القدیر: ج۴: ص ۲۴۷)

لہذا معراج ربانی کا یہ اعتراض بھی باطل و مردود ہے۔[1]

---

[1] **ایک اہم وضاحت :**

اعتراض نمبر "۳" کا جواب :

رہا فضیلۃ الشیخ کا یہ اعتراض کہ " روزمرہ کی زندگی میں یہ واقعہ یعنی ۲۰۰۰/رکعات پڑھنا، ممکن نہیں ہے"

تو موصوف اور اہل حدیث کے لئے ایک حدیث پیش خدمت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

خفف علی داود القراءة، فكان يأمر بدابته لتسرج، فكان يقرأ قبل أن يفرغ - يعني - القرآن

حضرت داودؑ کے لئے زبور کی قراءت آسان کر دی گئی تھی، چنانچہ جب وہ اپنی سوار کی زین کس نے کا حکم دیتے، تو اس سواری پر بیٹھنے سے پہلے ہی مکمل زبور کی قراءت سے فارغ ہو جاتے تھے۔

(صحیح بخاری: حدیث نمبر ۳۴۱۷، فیض الباری: ج۵: ص۳۰۷)

یعنی سواری کس نے اور اس پر بیٹھنے کے درمیان میں ہی، حضرت داودؑ پوری زبور پڑھ لیتے تھے۔

- اس حدیث کی شرح میں محدث عینیؒ (م۸۵۵ھ) کہتے ہیں:

ایک صحابیؓ نے جب کہا کہ "**فإني أصلي الليل أبدا** " میں تو ہمیشہ رات بھر نماز پڑھتا رہوں گا، تو اس کے جواب میں نبی ﷺ نے جو کہا کہ میں تم میں سب سے زیادہ تقوے والے اور سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں، میں نماز بھی پڑھتا ہوں، سوتا بھی ہوں اور نکاح بھی کرتا ہوں، اور جو میری سنت سے ہٹا، تو وہ مجھ سے نہیں ہے۔ (**صحیح بخاری**)، اس حدیث میں نفل عبادت کو اس طرح انجام دینے سے منع کیا گیا ہے جس کو کرنے کی وجہ سے، لوگوں کے حقوق مارے جاتے ہیں۔

مثلاً آدمی اگر دن ورات میں صرف نماز ہی پڑھتا رہے تو اس کے اہل وعیال کے ذمہ داریاں اور حقوق میں کوتاہی ہو گی، جس کی وجہ سے اس طرح عبادت کرنے سے منع کیا گیا ہے، برخلاف حقوق کی رعایت کرتے ہوئے عبادت کرنے کے، یعنی اگر کوئی اپنے اور دوسروں کے حقوق ادا کرتے ہوئے، کثرت سے نماز پڑھے، تو اسطرح حقوق کی رعایت کرتے ہوئے، عبادت کرنا مطلوب اور پسندیدہ ہے، اور اس کی ترغیب خود نبی ﷺ نے دی ہے کہ "**الصلاة خير موضوع، فمن استطاع أن يستكثر فليستكثر** "۔

لہٰذا ان دونوں احادیث میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ واللہ اعلم

وفيه: الدلالة على أن الله تعالى يطوي الزمان لمن يشاء من عباده كما يطوي المكان، وهذا لا سبيل إلى إدراكه إلا بالفيض الرباني، وجاء في الحديث: إن البركة قد تقع في الزمن اليسير حتى يقع فيه العمل الكثير، وقال النووي: أكثر ما بلغنا من ذلك من كان يقرأ أربع ختمات بالليل وأربعا بالنهار. انتهى، ولقد رأيت رجلا حافظا قرأ ثلاث ختمات في الوتر في كل ركعة ختمة في ليلة القدر۔

اس حدیث میں دلیل ہے کہ اللہ تعالی اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہے وقت لپیٹتا ہے جس طرح وہ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہے زمین کو لپیٹتا ہے، اور یہ وقت کا لپیٹا جانا، صرف اللہ کے حکم سے ہوتا ہے، اور حدیث میں آیا ہے کہ برکت مختصر وقت میں واقع ہوتی ہے یہاں تک کہ اس مختصر وقت میں زیادہ کام ہو جاتا ہے۔

اور امام نوویؒ نے کہا کہ ہمیں سب سے زیادہ جس تعداد میں مکمل قرآن کریم پڑھنے کے معمول کا علم ہے وہ دن میں چار مرتبہ اور رات میں چار مرتبہ ہے۔

(عینیؒ نے کہا کہ) میں نے ایک حافظ صاحب کو دیکھا کہ انہوں نے شب قدر کی رات میں وتر کی ۳/رکعات میں ۳ قران ختم کیا۔ (**عمدۃ القاری: ج۱۶: ص۷**)

- امام ابن بطالؒ (م ۴۴۶ھ) نے کہا:

وقد روي عن جماعة من السلف أنهم كانوا يختمون القرآن فى ركعة، وهذا لا يتمكن إلا بالهذ، والحجة لهذا القول حديث أبى هريرة۔

تحقیق کہ اسلاف کی ایک جماعت سے روایت ہے کہ وہ لوگ ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھ لیتے تھے اور یہ قراءت کی تیزی کے ساتھ ممکن ہے اور اس عمل کے لئے حدیث ابو ہریرہؓ حجت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

خفف على داود القراءة، فكان يأمر بدابته لتسرج، فكان يقرأ قبل أن يفرغ - يعني - القرآن۔ (شرح بخاری لابن بطال: ج۱۰: ص ۲۷۳)

- مشہور محدث، امام قسطلانیؒ (م ۹۲۳ھ) نے کہا:

وقد دل الحديث على أن الله تعالى يطوي الزمان لمن شاء من عباده كما يطوي المكان لهم. قال النووي: إن بعضهم كان يقرأ أربع ختمات بالليل وأربعًا بالنهار. ولقد رأيت أبا الطاهر بالقدس الشريف سنة سبع وستين وثمانمائة وسمعت عنه إذ ذاك أنه يقرأ فيهما أكثر من عشر ختمات، بل قال لي شيخ الإسلام البرهان بن أبي شريف أدام الله النفع بعلومه عنه: أنه كان يقرأ خمس عشرة في اليوم والليلة، وهذا باب لا سبيل إلى إدراكه إلا بالفيض الرباني۔

اس حدیث میں دلیل ہے کہ اللہ تعالی اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہے وقت لپیٹتا ہے جس طرح وہ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہے زمین کو لپیٹتا ہے، اور یہ وقت کا لپیٹا جانا، صرف اللہ کے حکم سے ہوتا ہے، امام نووی ؒ نے کہا کہ یقیناً بعض لوگ دن اور رات میں ۸ مرتبہ قرآن ختم کرتے تھے، اور میں نے شیخ ابو طاہر کو بیت المقدس میں ۸۶۷ھ میں دیکھا اور ان کو کہتے ہوئے سنا کہ جب بھی دن و رات میں وہ قرآن پڑھتے، تو ۱۰ ختم سے زیادہ کی تلاوت کرتے تھے، بلکہ مجھ سے شیخ الاسلام برہان بن ابی شریف نے کہا کہ وہ ایک دن اور رات میں ۱۵ ختم کرتے تھے۔

اور یہ اعمال، صرف اللہ کی مدد سے ہی ہوسکتے ہیں۔

(ارشاد الساری للقسطلانی: ج۵: ص۳۹۶، ج۳: ص۴۰۸، ج۷: ص۲۰۸)

ان ائمہ کی واضح تصریحات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہے وقت لپیٹتا ہے۔ لہذا "۲۰۰۰" رکعات نماز پڑھنے والے بزرگ کے لئے بھی اللہ تعالی نے وقت کو لپیٹا ہے۔

جب کہ اس کی سند حسن ہے اور ائمہ کرام نے بھی اس واقعہ کو صحیح تسلیم کیا ہے، جیسا کہ تفصیل گزر چکی۔

معراج ربانی اور اہل حدیث حضرات سے گزارش ہے کہ وہ منکرینِ حدیث اور ملحدین کی طرح اعتراضات کرنا چھوڑ دیں کہ جس طرح وہ لوگ نبوت کے دلائل و معجزات کو عقل کے پیمانے پر ناپ تول کر اس کا انکار کرتے ہیں۔

بالکل اسی طرح معراج ربانی واہل حدیث حضرات بھی صحابہ، تابعین وتبع تابعین، اسلاف واولیاء کرام کی کرامات کو عقل کے پیمانے پر ناپ تول کر اس کا انکار کر رہے ہیں۔

اللہ تعالی ہم سب کے دین وایمان کی پوری پوری حفاظت فرمائے۔ آمین

خلاصہ یہ کہ معراج ربانی واہلحدیث حضرات کے تمام اعتراضات باطل ومردود ہیں اور یہ واقعہ صحیح ہے واللہ اعلم

فضائل أبی عبد الرحمٰن معاویة بن أبی سفیان رضي الله عنهما

حضرت معاویہ ؓ (م ۶۰ھ) کی فضیلت میں "۸" صحیح احادیث۔

-مولانا عبد الرحیم قاسمی

حضرت امیر المومنین ابو عبد الرحمٰن معاویہ بن ابی سفیان رضي الله عنہما (م ۶۰ھ)، رسول اللہ ﷺ کے مشہور صحابیؓ بن صحابیؓ، نیز نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ بنت ابی سفیانؓ (م ۵۹ھ) کے بھائی ہیں، کئی صحیح اور مقبول احادیث میں آپ ﷺ نے ان کی فضیلت ذکر فرمائی ہے۔

بعض حضرات کا خیال ہے کہ ان کی فضیلت میں وارد شدہ کوئی روایت بھی ثابت نہیں، لیکن تحقیق کی روشنی میں ان کا یہ خیال درست نہیں، باطل ومردود ہے، حضرت معاویہؓ کی فضیلت پر صحیح ومقبول احادیث ملاحظہ فرمائیں:

حدیث نمبر ۱:

امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) کہتے ہیں:

حدثنا عبد الرحمن بن مهدي، عن معاوية يعني ابن صالح، عن يونس بن سيف، عن الحارث بن زياد، عن أبي رهم، عن العرباض بن سارية السلمي، قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم هو يدعو إلى السحور في شهر رمضان: "هلم إلى الغداء المبارك" ثم سمعته يقول: " اللهم علم معاوية الكتاب والحساب وقه العذاب"

حضرت عرباض بن ساریہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: اے اللہ! معاویہ کو کتاب اور حساب کا علم دے اور انہیں عذاب سے بچائیے۔ (**مسند احمد بن حنبل: ج۲۸: ص ۳۸۲**)

سند کی تحقیق:

(۱) امام ابو عبد اللہ، احمد بن محمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) مشہور ثقہ، حافظ، فقیہ، حجت اور امام اہل سنت ہیں۔ (**تقریب**)

(۲) امام عبد الرحمٰن بن مہدیؒ (م ۱۹۸ھ) بھی مشہور ثقہ، ثبت، امام اور حافظ الحدیث ہیں۔ **(تقریب: رقم ۴۰۱۸)**

(۳) معاویہ بن صالحؒ (م ۱۵۸ھ) صحیح مسلم کے راوی اور ثقہ ہیں۔ **(تحریر تقریب التہذیب: رقم ۶۷۶۲)**

(۴) یونس بن سیف الحمصیؒ بھی ثقہ ہیں۔ **(تحریر تقریب التہذیب: رقم ۷۹۵۶)**

(۵) الحارث بن زیاد الشامیؒ صدوق ہیں۔

امام جلیل ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ) نے ان کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ **(کتاب الثقات لابن حبان: ج ۴ : ص ۱۳۳)**

امام ابو داودؒ (م ۲۷۵ھ)[2]، امام ابن خزیمہؒ (م ۳۱۱ھ) نے صحیح اور امام ابن عساکرؒ (م ۵۷۱ھ) وغیرہ نے ان کی روایت کو حسن قرار دیا ہے۔ **(سنن ابو داود: حدیث نمبر ۲۳۴۴، صحیح ابن خزیمہ: حدیث نمبر ۱۹۳۸، معجم ابن عساکر: ج ۲ : ص ۱۰۴۱)**

اور محدثین کا اصول ہے کہ منفرد راوی کی روایت کی تحسین اس روایت کے ہر ہر راوی کی توثیق ہوتی ہے۔ **(نصب الرایہ: ج ۱: ص ۱۴۹، وغیرہ بحوالہ نور العینین ص: ۵۲۶**، نیز دیکھئے، **مجلہ الاجماع: ش ۲: ص ۴)**

لہذا ان ائمہ کے نزدیک حارث بن زیادؒ صدوق ہیں۔

امام ابن عدیؒ (۳۶۵ھ) کے نزدیک بھی الحارثؒ صدوق ہیں۔ **(الکامل لابن عدی: ج ۸: ص ۱۴۶، ج ۱: ص ۷۹)**

(۶) ابو رھم، احزاب بن اسید السماعیؒ سنن ابو داود، نسائی اور ابن ماجہ کے راوی اور ثقہ ہیں۔ **(تقریب: رقم ۲۸۶)**

(۷) عرباض بن ساریہؓ مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں۔ (تقریب)

معلوم ہوا کہ اس روایت کے تمام روات ثقہ یا صدوق ہیں۔

---

[2] بذریعہ سکوت

اس روایت کی تصحیح کرنے والے ائمہ و علماء:

اور غالباً یہی وجہ ہے کہ

امام ابن خزیمہؒ (م ۳۱۱ھ)، امام ابن حبانؒ (م ۳۵۶ھ) نے صحیح اور امام ابن عساکرؒ (م ۵۷۱ھ) وغیرہ محدثین نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔

(صحیح ابن خزیمہ: حدیث نمبر ۱۹۳۸، صحیح ابن حبان: حدیث نمبر ۷۲۱۰، معجم ابن عساکر: ج ۲: ص ۱۰۴۱)

امام ابو عبد اللہ الجورقانیؒ (م ۵۴۳ھ) نے اس حدیث کو مشہور کہا ہے۔

(الأباطيل والمناكير والصحاح والمشاهير: ج ۱: ص ۳۴۱)

عرب محققین میں شیخ شحاتۃ محمد صقر، شیخ صالح بن فوزان الفوزان، شیخ حسین سلیم اسد الدارانی وغیرہ نے بھی اس حدیث کو حسن اور رسول اللہ ﷺ سے ثابت مانا ہے۔ **(معاوية بن أبي سفيان أمير المؤمنين وكاتب وحي النبي الأمين صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - كشف شبهات ورد مفتريات: ص ۱۵، تسديد الإصابة فيما شجر بين الصحابة: ص ۱۴۳، ت شیخ صالح، موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان: ج ۷: ص ۲۴۹، ت شیخ حسین سلیم اسد)**

شیخ الالبانیؒ نے بھی اس حدیث کی صحت کو تسلیم کیا ہے۔ **(التعليقات الحسان: حدیث نمبر ۷۱۶۶)**

نوٹ:

اس روایت کی ایک اور سند ہے، چنانچہ امام ابو عبد اللہ، محمد بن اسماعیل بخاریؒ (م ۲۵۶ھ) فرماتے ہیں:

نا أبو مسهر، عن سعيد بن عبد العزيز، عن ربيعة بن يزيد، عن عبد الرحمن بن عميرة، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «اللهم علم معاوية الحساب، وقه العذاب»

اس روایت کو امام بخاریؒ نے "**التاريخ الكبير**" میں ذکر کیا ہے۔ **(ج ۷: ص ۳۲۶)**

اس کی تخریج میں شیخ محمد بن عبد الکریم بن عبید نے اس کے تمام رواۃ کو ثقہ ثابت کر کے، اس روایت کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے **تخريج الأحاديث المرفوعة المسندة في كتاب التاريخ الكبير للبخاري : ص ۱۲۵۳**۔

لہذا یہ حدیث صحیح اور ثابت ہے۔

دوسری حدیث :

حافظ الشام، امام ابو القاسم ابن عساکرؒ (م ۵۷۱ھ) کہتے ہیں:

أخبرناه أبو بكر محمد بن محمد أنا أبو بكر محمد بن علي أنا أحمد بن عبد الله أنا أحمد بن أبي طالب نا ابی [3] حدثني محمد بن مروان بن عمر نا الحسن بن إسحاق بن يزيد العطار نا نوح بن يزيد المعلم نا عبد الرحمن بن عبد الله بن دينار عن أبيه عن ابن عمر قال كنت عند النبي (صلى الله عليه وسلم) فقال يطلع عليكم رجل من أهل الجنة فطلع معاوية ثم قال الغد مثل ذلك فطلع معاوية فقمت إليه فأقبلت بوجهه إلى رسول الله (صلى الله عليه وسلم) فقلت يا رسول الله هو هذا قال نعم يا معاوية أنت مني وأنا منك لتزاحمني على باب الجنة كهاتين وقال بأصبعيه السبابة والوسطي يحركهما۔

عبد اللہ بن دینارؒ، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: میں حضرت نبی اکرم ﷺ کے پاس تھا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تمہارے سامنے اہل جنت میں سے ایک شخص نمودار (ظاہر) ہوں گے، تو حضرت معاویہؓ تشریف لائے، پھر دوسرے روز بھی آپ ﷺ نے اسی طرح ارشاد فرمایا: تو حضرت معاویہؓ ظاہر ہوئے، پس میں ان کے پاس گیا اور ان کا چہرہ رسول اللہ ﷺ کی طرف پھیرتے ہوئے کہا: اے اللہ کے رسول! وہ (شخص) یہ ہیں؟

---

[3] تاریخ دمشق کے مطبوعہ نسخہ میں اس روایت میں احمد بن ابی طالبؒ اور محمد بن مروان بن عمرو کے درمیان احمد بن ابی طالب کے والد ابو طالب علی بن محمدؒ کا واسطہ چھوٹ گیا، لیکن اسی کتاب میں کئی جگہ احمد بن ابی طالبؒ اور محمد بن مروان بن عمرو کے درمیان ابو طالب علی بن محمدؒ کا واسطہ موجود ہے۔ دیکھئے **تاریخ دمشق: ج۱۴: ص۳۹۲، ج۲۱: ص۱۳۳، ج۳۸: ص۱۸۱، ج۷۲: ص۲۱۔**

لہذا یہاں پر بھی احمد بن ابی طالبؒ اور محمد بن مروان بن عمرو کے درمیان ابو طالب علی بن محمدؒ کا واسطہ ہے۔ واللہ اعلم

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جی ہاں، اے معاویہ! آپ مجھ سے ہیں اور میں آپ سے ہوں، آپ جنت کے دروازے میں میرے ساتھ ان دونوں کی طرح داخل ہوگے، آپ نے شہادت کی اور درمیانی انگلی کو حرکت دیتے ہوئے اشارہ فرمایا۔ **(تاریخ دمشق ابن عساکر: ج۵۹: ص ۱۰۰، طبع دار الفکر)**

سند کی تحقیق:

(۱) امام ابو القاسم ابن عساکرؒ **(م ۵۷۱ھ)** مشہور، ثقہ، متقن اور حافظ الحدیث ہیں۔ **(تاریخ الاسلام: ج۱۲: ص ۴۹۶)**

(۲) ابو بکر محمد بن محمد بن علی بن کرتیلاؒ کے بارے میں حافظ الشام امام ابن عساکرؒ **(م ۵۷۱ھ)** کہتے ہیں کہ **"الشیخ الصالح"** وہ نیک بزرگ ہیں اور ان کی روایت کو حسن کہا ہے۔ **(معجم ابن عساکر: ج۲: ص ۱۰۴۱)**

معلوم ہوا کہ یہ صدوق ہیں۔ (دیکھئے **نور العینین: ص ۵۲۶**، از سلفی شیخ زبیر علی زئی)

(۳) ابو بکر محمد بن علی بن محمد **الخیاط المقری البغدادی**ؒ **(م ۴۶۷ھ)** ثقہ، متقن، زاہد اور صالح ہیں۔

(تاریخ الاسلام: ج۱۰: ص ۲۵۴)

(۴) احمد بن عبد اللہ بن الخضر ابو الحسین ابن السوسنجردیؒ **(م ۴۰۲ھ)** بھی ثقہ، مامون اور حسن الاعتقاد والے راوی ہیں۔ **(کتاب الثقات للقاسم: ج۱: ص ۳۷۳)**

(۵) ابو جعفر احمد بن ابی طالب علی بن محمد الکاتبؒ **(م ۳۷۹ھ)** بھی ثقہ راوی ہیں۔ **(تاریخ بغداد: ج۵: ص ۵۱۶)**

(۶) ان کے والد ابو طالب علی بن محمدؒ بھی صدوق ہیں، ان کی روایت کو حافظ الشام امام ابن عساکرؒ **(م ۵۷۱ھ)** نے حسن کہا ہے۔ **(معجم ابن عساکر: ج۲: ص ۱۰۴۱)**

(۶) محمد بن مروان بن عمر سے **مراد محمد** بن مروان بن عمرو القرشی السعیدیؒ ہیں۔ دیکھئے **تاریخ دمشق: ج۱۴: ص ۳۹۲، ج۲۱: ص ۱۳۳، ج۳۸: ص ۱۸۱، ج۷۲: ص ۲۱۔**

چونکہ آپؒ، صحابی رسول حضرت سعید بن العاصؓ (م ۵۸ھ) کی آل میں سے تھے، اسلئے آپؒ کو سعیدی کہتے ہیں، اور القرشی اس لئے کہ آپؒ قریش کے مشہور خاندان بنی امیہ میں سے تھے۔

آپؒ کا ترجمہ **تاریخ بغداد (ج۴: ص۴۰۷، ت بشار)** میں موجود ہے، آپ کی روایت کو حافظ الشام امام ابن عساکرؒ (م ۵۷۱ھ) نے حسن اور حافظ ضیاء الدین مقدسیؒ (م ۶۴۳ھ) نے صحیح کہا ہے۔

غالباً یہی وجہ ہے کہ سلفی شیخ عبد الملک بن عبداللہ بن دھیش نے آپ کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (**معجم ابن عساکر: ج۲: ص۱۰۴۱، الاحادیث المختارۃ: ج۵: ص۲۴۵، ت دھیش**)

لہذا آپؒ بھی ثقہ ہیں، نیز دیکھئے **معجم الشیوخ الطبری لاکرم بن محمد اثری: ص۵۸۵، اتحاف النبیل: ج۲: ص۱۱۶**۔

(۷) الحسن بن اسحاق بن یزید العطارؒ (م ۲۷۲ھ) ثقہ محدث اور حجت ہیں۔ (**سیر: ج۱۳: ص۱۴۴، تاریخ الاسلام: ج۶: ص۵۳۴**)

(۸) ابو محمد نوح بن یزید المعلم المؤدبؒ سنن ابو داود کے راوی اور ثقہ ہیں۔ (**تقریب: رقم 7212**)

نوٹ:

نوح بن یزید المؤدب کو ہی نوح بن یزید المعلم کہتے ہیں۔ (**تاریخ بغداد: ج۱۳: ص۳۲۰، طبع دار کتب العلمیۃ، الثقات لابن حبان: ج۹: ص۲۱۱، الکامل لابن عدی: ج۵: ص۱۳۰، تاریخ ابن عساکر: ج۲۰: ص۳۶۷**)

(۹) عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن دینارؒ صحیح بخاری اور سنن ثلاثہ کے راوی ہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) کہتے ہیں کہ آپؒ میں کوئی حرج نہیں، مقارب الحدیث ہیں، امام ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) ثقہ کہتے ہیں، حافظ ابن حجرؒ (م ۸۵۲ھ) اور امام عینیؒ (م ۸۵۵ھ) ان کو صدوق کہتے ہیں، امام ابو داودؒ کہتے ہیں کہ ان سے یحیی بن سعید القطانؒ نے روایت لی ہے اور یحیی اپنے نزدیک صرف ثقہ سے روایت لیتے تھے، امام ابو بکر بزارؒ (م ۲۹۲ھ) فرماتے ہیں کہ حسن الحدیث ہیں، امام ابو عبد اللہ الحاکمؒ (م ۴۰۵ھ) ثقہ کہتے ہیں، امام بخاریؒ (م ۲۵۶ھ) کے نزدیک بھی عبد الرحمٰنؒ

ثقہ ہیں، امام ابو نصر الکلاباذیؒ (م ۳۹۸ھ) نے آپؒ کو "**الهداية والإرشاد في معرفة أهل الثقة والسداد**" میں شمار کیا ہے، امام ابو القاسم بغویؒ (م ۳۱۷ھ) صالح الحدیث کہتے ہیں، امام ابن خلفونؒ (م ۶۳۶ھ)، امام حاکمؒ (م ۴۰۵ھ) نے آپؒ کو ثقات میں کیا ہے۔ امام علی بن المدینیؒ (م ۲۳۴ھ) صدوق کہتے ہیں۔

(سوالات ابی داود: رقم ۱۸۵، دیوان الضعفاء: ص ۲۴۳، فتح الباری: ج ۱: ص ۲۷۸، عمدۃ القاری: ج ۳: ص ۴۲، سوالات آجری: ۲۷۵، اتحاف النبیل: ج ۲: ص ۱۲۳، مسند البزار: ج ۱۵: ص ۲۵۲، السنن الکبری للبیہقی: ج ۲: ص ۲۱۴، ذكر أسماء التابعين ومن بعدهم ممن صحت روايته عن الثقات عند البخاري ومسلم للدارقطنی: ج ۱: ص ۲۱۵، العلل الکبیر للترمذی: ص ۲۴۱، الهداية والإرشاد في معرفة أهل الثقة والسداد: ص ۴۴۸)

لہذا عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن دینارؒ صدوق ہیں۔

(۱۰) عبد اللہ بن دینارؒ (م ۱۲۷ھ) صحیحین کے راوی اور ثقہ ہیں۔ **(تقریب: رقم ۳۳۰۰)**

(۱۱) عبد اللہ بن عمرؓ (م ۷۴ھ) مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں۔

معلوم ہوا کہ اس کے تمام رواۃ ثقہ یا صدوق ہیں اور سند حسن ہے۔

وضاحت:

اس سند میں نہ اسماعیل بن عیاشؒ ہے اور نہ ہی عبد العزیز بن بحر ہے جن کی وجہ سے ائمہ نے اس روایت پر کلام کیا ہے، لہذا یہ حدیث رسول ﷺ سے ثابت ہے۔ واللہ اعلم

تیسری حدیث:

امام ابو عیسی محمد بن عیسی ترمذیؒ (م ۲۷۹ھ) فرماتے ہیں:

حدثنا محمد بن يحيى قال: حدثنا أبو مسهر، عن سعيد بن عبد العزيز، عن ربيعة بن يزيد، عن عبد الرحمن بن أبي عميرة، وكان من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال لمعاوية: اللهم اجعله هاديا مهديا و اهد به۔

حضرت عبد الرحمن بن ابی عمیرةؓ، حضرت نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت معاویہؓ کیلئے (دعا کرتے ہوئے) فرمایا: اے اللہ! ان کو (دوسروں کا) ہادی اور (خود بھی) ہدایت یافتہ بنا، اور ان کے ذریعہ (اوروں کو) ہدایت دے۔ **(سنن ترمذی: حدیث نمبر ۳۸۴۲، واللفظ لہ، الآحاد و المثانی لابن ابی عاصم: ج ۲: ص ۳۵۸)**

سند کے رواۃ کی تحقیق:

(۱) امام ابو عیسی، محمد بن عیسی الترمذیؒ **(م ۲۷۹ھ)** مشہور ثقہ، حافظ الحدیث، اور صاحب السنن ہیں۔

(۲) ابو عبد اللہ، محمد بن یحیی الذہلیؒ **(م ۲۵۸ھ)** صحیح بخاری کے راوی اور مشہور ثقہ، حافظ الحدیث، بلکہ امیر المومنین فی الحدیث ہیں۔ **(تقریب: رقم ۶۳۸۷، سیر وغیرہ)**

(۳) ابو مسہر، عبد الاعلی بن مسہر الدمشقیؒ **(م ۲۱۸ھ)** صحیحین کے راوی اور ثقہ، فاضل ہیں۔ **(تقریب: رقم ۳۷۳۸)**

(۴) سعید بن عبد العزیز الدمشقیؒ **(م ۱۶۷ھ)** بھی صحیحین کے راوی اور ثقہ، امام ہیں۔ **(تقریب: رقم ۲۳۵۸)**[4]

(۵) **ربیعة** بن یزید الدمشقیؒ **(م ۱۲۳ھ)** بھی صحیحین کے راوی اور ثقہ، عابد ہیں۔ **(تقریب: رقم ۱۹۱۹)**

(۶) عبد الرحمٰن بن ابی عمیرۃ المزنیؓ صحابی رسول ﷺ ہیں۔ **(تقریب)**

معلوم ہوا کہ اس روایت کے تمام رواۃ ثقہ ہیں۔

اس روایت کی تصحیح کرنے والے ائمہ وعلماء:

---

[4] اگرچہ سعید بن عبد العزیزؒ کا آخری عمر میں اختلاط ہو گیا تھا، لیکن ابو مسہرؒ **(م ۲۱۸ھ)** کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ امام سعیدؒ نے آخری عمر میں کوئی روایت بیان نہیں کی۔ **(تاریخ یحیی بن معین بروات الدوری: رقم ۵۳۷۷)**، لہذا ان کا اختلاط مضر نہیں۔

اس روایت کو امام ترمذیؒ (م ۲۷۹ھ) نے حسن قرار دیا ہے۔ (**سنن ترمذی: حدیث نمبر ۳۸۴۲**)

حافظ ابن عساکرؒ (م ۵۷۱ھ)، حافظ ابو محمد بغویؒ (م ۵۱۶ھ)، حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) وغیرہ نے بھی اس روایت کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ (**تاریخ ابن عساکر: ج ۵۹: ص ۱۰۶، مصابیح السنة للبغوی: ج ۴ : ص ۲۲۲، ج ۱: ص ۱۱۰، معجم الشیوخ الکبیر للذہبی: ج ۱: ص ۱۵۵**)

سلفی شیخ الالبانیؒ، سلفی شیخ زبیر علی زئی وغیرہ نے بھی اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

(مشکاۃ بتحقیق الالبانی: حدیث نمبر ۶۲۴۴، بتحقیق زبیر علی زئی: حدیث نمبر ۶۲۴۴)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ روایت بھی صحیح ہے۔

چوتھی حدیث:

امام ابو بکر بزارؒ (م ۲۹۲ھ) فرماتے ہیں:

حدثنا عمر بن الخطاب السجستاني، قال: نا نعيم بن حماد، قال: نا محمد بن شعيب بن شابور، عن مروان بن جناح، عن يونس بن ميسرة بن حلبس، عن عبد الله بن بسر، قال: استشار رسول الله صلى الله عليه وسلم أبا بكر وعمر في أمر أراده، فقالا: الله ورسوله أعلم، فقال: ادعوا الي معاوية، فلما وقف عليه قال: أشهدوه أمركم، أحضروه أمركم، فإنه قوي أمين۔

عبد اللہ بن بسرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے کسی معاملہ میں جس کا آپ ارادہ فرمارہے تھے، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ سے مشورہ فرمایا، تو دونوں حضرات نے فرمایا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں، تو آپ ﷺ ارشاد فرمایا: معاویہ کو بلا کر لاؤ، جب وہ آپ کے پاس آئے تو آپ نے ارشاد فرمایا: انہیں اپنے معاملہ میں حاضر رکھا کرو، اسلئے کہ یہ قوی اور امانت دار ہیں۔ (**مسند البزار: ج ۸: ص ۴۳۳، شرح اعتقاد اصول اہل السنة: ج ۸ : ص ۱۵۲۶**)

سند کے رواۃ کی تحقیق:

(۱) امام ابو بکر بزارؒ (م ۲۹۲ھ) مشہور صدوق، حافظ الحدیث ہیں۔ (**کتاب الثقات للقاسم: ج۱: ص ۴۴۴**)

(۲) عمر بن خطاب السجستانیؒ (م ۲۶۰ھ) سنن ابو داود کے راوی اور صدوق ہیں۔ (**تقریب: رقم ۴۸۸۹**)

(۳) نعیم بن حمادؒ (م ۲۲۸) صدوق اور حسن الحدیث ہیں۔ (**مقالات از زبیر علی زئی: ج۱: ص ۴۶۰، الکامل: ج۸: ص ۲۵۶**)[5]

(۴) محمد بن شعیب بن شابورؒ (م ۲۰۰ھ) صحیحین کے راوی اور صدوق ہیں۔ (**تقریب: رقم ۵۹۵۸**)

(۵) مروان بن جناحؒ، سنن ابو داود اور ابن ماجہ کے راوی اور ثقہ ہیں۔ (**تقریب: رقم ۶۵۶۶**)

(۶) یونس بن میسرہ الاعمیؒ (م ۱۳۲ھ) سنن ترمذی، ابو داود اور ابن ماجہ کے راوی اور ثقہ ہیں۔ (**تقریب: رقم ۱۳۲**)

(۷) عبد اللہ بن بسرؓ (م ۸۸ھ) صحابی رسول ﷺ ہیں۔ (**تقریب**)

معلوم ہو کہ اس سند کے تمام رواۃ ثقہ یا صدوق ہیں اور یہ سند حسن ہے۔

پانچویں حدیث:

امام طبرانیؒ (م ۳۶۰ھ) فرماتے ہیں:

حدثنا علي بن سعيد الرازي قال: نا محمد بن قطن الرملي قال: نا مروان بن معاوية الفزاري، عن عبد الملك بن أبي سليمان، عن عطاء، عن ابن عباس قال: «جاء جبريل إلى

---

[5] ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے اس روایت کو نعیم بن حمادؒ کے مناکیر میں شمار کیا ہے۔ (**تاریخ الاسلام، ترجمہ نعیم**) لیکن ذہبیؒ کا یہ کہنا صحیح نہیں، کیونکہ نعیم کے متابعت میں ثقہ، حافظ ابو القاسم یزید بن محمد بن عبد الصمدؒ (م ۲۷۷ھ) نے بھی اس روایت کو مسند اور متصل بیان کیا ہے۔ (**شرح اعتقاد اصول اہل السنۃ: ج۸ : ص ۱۵۲۶**)، لہذا نعیم بن حمادؒ پر حافظ ذہبیؒ کا اعتراض صحیح نہیں۔

النبي صلى الله عليه وسلم، فقال: يا محمد استوص معاوية، فإنه أمين على كتاب الله، ونعم الأمين هو۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: حضرت جبریلؑ، نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے اور فرمایا: اے محمد! معاویہ کے بارے میں وصیت قبول کیجئے، وہ کتاب اللہ کے امین ہیں، اور بہترین امین ہیں۔ (**المعجم الاوسط: ج۴: ص ۱۷۴، واللفظ لہ، البدایہ والنھایہ: ج۱۱: ص ۴۰۲، طبع ھجر**)

روات کی تحقیق:

(۱) امام ابو القاسم الطبرانیؒ (**م ۳۶۰ھ**) مشہور ثقہ، حافظ الحدیث ہیں۔ (**کتاب الثقات للقاسم**)

(۲) علی بن سعید الرازیؒ (**م ۲۹۹ھ**) بھی صدوق، حافظ الحدیث ہیں۔ (**کتاب الثقات للقاسم: ج۷: ص ۲۱۰، ارشاد القاصی والدانی: ص ۴۳۱**)

(۳) محمد بن قطن الرملیؒ بھی صدوق ہیں۔

ان سے ائمہ کی ایک جماعت مثلاً احمد بن ابی الحواری، محمد بن جعفر المصیصی، عبد اللہ بن محمد بن سلیمان الدمشقی، موسی بن حبیبؒ، ابو حمزہ صوفی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ (**تاریخ ابن عساکر: ج۵۵: ص ۱۰۶**)

امام ابن ابی حاتمؒ (**م ۳۲۷ھ**) نے ان کی روایت کو بوجہ سے استدلال صحیح کہا یعنی محمد بن قطنؒ ان کے نزدیک صدوق ہیں۔ (**آداب الشافعی و مناقبہ: ص ۲۳۸، فتاوی نذیریہ: ج۳: ص ۳۱۶، مجلہ الاجماع: ش۴: ص ۲**)[6]

---

[6] محمد بن قطنؒ کی متابعت میں مسیب بن واضحؒ (**م ۲۴۶ھ**) بھی موجود ہیں۔ (**البدایہ والنھایہ: ج۱۱: ص ۴۰۲، ط ھجر**)، جو چند روایات (جن میں یہ روایت نہیں ہے) کے علاوہ تمام روایات میں صدوق ہیں۔ واللہ اعلم (**سیر: ج۱۱: ص ۴۰۳**)،

لہذا متابعت کی وجہ سے محمد بن قطنؒ کی روایت اور بھی قوی ہو جاتی ہے۔

(۴) مروان بن معاویہ الفزاریؒ (م ۱۹۳ھ) صحیحین کے راوی اور ثقہ، حافظ الحدیث ہیں۔ (تقریب: رقم ۶۵۷۵)[7]

(۵) عبد الملک بن ابی سلیمانؒ (م ۱۴۵ھ) مسلم و سنن اربعہ کے راوی اور ثقہ ہیں۔ (تحریر تقریب التہذیب: ۴۱۸۴)

(۶) عطاء بن ابی رباحؒ (م ۱۱۴ھ) صحیحین کے راوی اور ثقہ، فقیہ، فاضل ہیں۔ (تقریب: رقم ۴۵۹۱)

(۷) عبد اللہ بن عباسؓ مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں۔ (تقریب)

معلوم ہوا کہ اس روایت کے تمام روات ثقہ یا صدوق ہیں، لہذا یہ سند بھی حسن ہے۔

چھٹی حدیث:

حافظ الشام، حافظ ابن عساکرؒ (م ۵۷۱ھ) فرماتے ہیں:

أخبرنا أبو الحسن الفرضي نا عبد العزيز الكتاني أنا أبو محمد بن أبي نصر أنا أبو علي بن شعيب نا عبد الله بن وهيب الجذامي بغزة نا محمد بن عبيد الإمام نا شعيب بن إسحاق نا هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة قالت كانت ليلة أم حبيبة من رسول الله (صلى الله عليه وسلم) فعرضت لي حاجة فأتيت منزل أم حبيبة أريد قضاء حاجتي من رسول الله (صلى الله عليه وسلم) فقال يا عائشة ما لك قلت حاجة عرضت قال إنها ليست بليلتك فجلست إلى جنب أم حبيبة فدخل معاوية وعلى أذنه قلم جديد قد براه ولم يخط به بعد فقال النبي (صلى الله عليه وسلم) ما هذا يا معاوية قال قلم براته لله ورسوله قال جزاك الله عن نبيك خيرا والله ما استكتبتك إلا بوحي من السماء ولا أعمل صغيرة ولا كبيرة إلا بوحي من السماء يا معاوية إن الله ولاك من أمر هذه الأمة فانظر ما أنت صانع قالت أم حبيبة أو يعطي الله أخي ذلك يا رسول الله قال نعم وفيها هنات وهنات وهنات قالت أم حبيبة ادع الله لأخي ذلك يا رسول الله قال اللهم ألهمه التقوى وجنبه الردى واغفر له في الآخرة والأولى۔

---

[7] مروان بن معاویہ الفزاریؒ (م ۱۹۳ھ) کی متابعت میں صحیحین کے راوی، ثقہ، امام، حافظ ابو اسحاق الفزاریؒ (م ۱۸۶ھ) موجود ہے۔ (**البدایہ والنہایہ: ج ۱۱: ص ۴۰۲، طبع ھجر**) لہذا مروانؒ پر تدلیس کا الزام اس روایت میں مردود ہے۔

رواه أبو الشيخ الأصبهاني عن أحمد بن محمد البزار المدني عن إبراهيم بن عيسى الزاهد عن أحمد بن سعيد عن إبراهيم بن عبد الوهاب عن شعيب بن إسحاق مثله۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک رات (ازواج مطہرات میں سے) ام حبیبہؓ کے یہاں رسول اللہ ﷺ کے ٹھہرنے کی باری تھی کہ مجھے کوئی ضرورت پیش آئی، تو میں ام حبیبہ کے گھر آئی تاکہ آپ ﷺ سے اپنی (پیش آمدہ) ضرورت پوری کرلوں، آپ نے فرمایا: کیا ہوا عائشہ! میں نے کہا: ایک ضرورت پیش آئی ہے، آپ نے فرمایا: یہ تمہاری باری کی رات نہیں ہے، تو میں ام حبیبہ کے بغل میں بیٹھ گئی، اتنے میں معاویہؓ داخل ہوئے، ان کے کان پر ایک نیا قلم تھا، جسے انہوں نے تراشا تھا مگر اب تک اس سے کچھ لکھا نہیں تھا،

تو حضرت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: معاویہ! یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کیلئے میں نے قلم تراشا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں، تمہارے نبی کی طرف سے بہترین جزادے، بخدا میں نے وحی آسمانی کے حکم پر تم سے کتابت (وحی) کرائی ہے،

اور میں ہر چھوٹا بڑا کام وحی آسمانی کے مطابق کرتا ہوں، اے معاویہ! یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں اس امت کے معاملہ کی ذمہ داری دیں گے، تو سوچ لو تم کیا کرنے والے ہو،

ام حبیبہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا اللہ تعالیٰ میرے بھائی کو یہ ذمہ داری دیں گے؟ آپ نے فرمایا: ہاں اور اس میں پریشانیاں، مصیبتیں، تکلیفیں ہوں گی، ام حبیبہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے بھائی کیلئے اللہ سے دعا کر دیجئے،

آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! انہیں تقویٰ کا الہام فرما، اور انہیں ہلاکت سے بچا اور دنیا و آخرت میں ان کی مغفرت فرما۔ **(تاریخ ابن عساکر: ج۵۹: ص۶۹-۷۰)**

رواۃ کی تفصیل:

(۱) حافظ الشام، حافظ ابن عساکرؒ (**م۵۷۱ھ**) کی توثیق گزر چکی۔

(۲) فقیہ علی بن المسلم، ابو الحسن الفرضیؒ (م ۵۳۳ھ) ثقہ، ثبت، عالم ہیں۔ **(تاریخ الاسلام: ج ۱۱: ص ۵۹۹)**

(۳) عبد العزیز بن احمد، ابو محمد کتانیؒ (م ۴۶۶ھ) بھی ثقہ، امین راوی ہیں۔ **(کتاب الثقات للقاسم: ج ۶: ص ۳۶۷)**

(۴) عبد الرحمٰن بن عثمان ابو محمد بن ابی نصر تمیمی دمشقیؒ (م ۴۲۰ھ) ثقہ، عادل ہیں۔ **(تاریخ الاسلام: ج ۹: ص ۳۲۰)**

(۵) محدث ابو علی، محمد بن ھارون بن شعیبؒ (م ۳۵۳ھ) پر کلام ہے، لیکن اس روایت میں چونکہ ان کے متابع ثقہ، حافظ الحدیث، امام ابو شیخ اصبہانیؒ (م ۳۶۰ھ) موجود ہیں، جیسا کہ ابن عساکرؒ کا کلام گزر چکا۔

(تاریخ ابن عساکر: ج ۵۹: ص ۶۹-۷۰)

لہذا محدث ابو علی، محمد بن ھارون بن شعیبؒ (م ۳۵۳ھ) اس روایت میں صدوق ہیں اور ان پر کلام اس روایت میں باطل و مردود ہے۔

(۶) عبد اللہ بن وھب الغزیؒ (م ۳۰۱ھ) بھی صدوق ہیں۔

امام ضیاء الدین مقدسیؒ (م ۶۴۳ھ)، حافظ **ھیثمی**ؒ (م ۸۰۴ھ)، امام شمس الدین ابن الجزریؒ (م ۸۳۳ھ) وغیرہ کے نزدیک ثقہ یا صدوق ہیں۔

(الاحادیث المختارۃ: ج ۵: ص ۲۵۰، ۲۴۹، مجمع الزوائد: حدیث نمبر ۱۵۷۵۰، ۲۶۳۱، المعجم الکبیر للطبرانی: ج ۱: ص ۲۵۵، ج ۱۲: ص ۳۲۲، مناقب اسد الغالب للجزری: ص ۳۳)

حافظ عراقیؒ (م ۸۰۶ھ) نے بھی ان کو ثقہ کہا ہے۔ **(المستخرج علی المستدرک للحاکم: ص ۴۸)**

(۷) محمد بن عبید الغزیؒ بھی امام ابن عدیؒ (م ۳۶۵ھ) کے نزدیک صدوق ہیں۔

(الکامل لابن عدی: ج ۲: ص ۶۲، ج ۱: ص ۷۹)

نیز علماء نے ان کو امام، قاضی بھی قرار دیا ہے۔ **(الکامل لابن عدی: ج ۲: ص ۶۲، حلیۃ الاولیاء: ج ۴: ص ۱۲۳)**

(۸) شعیب بن اسحاق، ابو محمد بصریؒ (م ۱۸۹ھ) صحیحین کے راوی اور ثقہ ہیں۔ **(تقریب: رقم ۱۸۹)**

(۹) ھشام بن عروۃؒ (م ۱۴۶ھ) بھی صحیحین کے راوی اور ثقہ، فقیہ ہیں۔ **(تقریب: رقم ۷۳۰۲)**

(۱۰) ان کے والد عروۃ بن زبیرؒ (م ۹۴ھ) بھی صحیحین کے راوی اور ثقہ، فقیہ ہیں۔ **(تقریب: رقم ۴۵۶۱)**

(۱۱) ام المومنین حضرت عائشہؓ (م ۵۸ھ) مشہور صحابیہ اور آپ ﷺ کی زوجہ صدیقہ ہیں۔ **(تقریب)**

لہذا یہ روایت بھی حسن ہے۔

ساتویں روایت:

حافظ الشام، حافظ ابن عساکرؒ (م ۵۷۱ھ) ہی فرماتے ہیں:

قرأت على أبي القاسم بن السمرقندي عن أبي القاسم الإسماعيلي أنا حمزة بن يوسف أنا أبو أحمد بن عدي نا إسحاق بن إبراهيم الغزي نا دحيم نا يعقوب بن الفرج نا ابن المبارك عن خالد الحذاء عن أبي قلابة عن شداد بن أوس قال قال رسول الله (صلى الله عليه وسلم) معاوية أحلم أمتي وأجودها۔

حضرت شداد بن اَوسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: معاویہ میری امت میں سب سے زیادہ حلیم اور سب سے زیادہ سخی ہیں۔ **(تاریخ ابن عساکر: ج ۵۹: ص ۸۸)**

سند کے رواۃ کی تحقیق:

(۱) امام ابو القاسم ابن عساکرؒ (م ۵۷۱ھ) کی توثیق گزر چکی۔

(۲) ابو القاسم اسماعیل بن احمد ابن **السمرقندی**ؒ (م ۵۳۶ھ) ثقہ، **مکثر**، امام ہیں۔ **(تاریخ الاسلام: ج ۱۱: ص ۶۵۰)**

(۳) ابو القاسم اسماعیل بن مسعدۃ الاسماعیلیؒ (م ۴۷۷ھ) بھی صدوق، امام و فقیہ ہیں۔ **(تاریخ اسلام: ج ۱۰: ص ۴۰۴)**

(۴) حافظ حمزہ بن یوسف السہمیؒ (م ۴۲۷؁ھ) مشہور ثقہ، حافظ الحدیث، امام اور متقن ہیں۔

(السَّلسَبِيلُ النَّقِي فِي تَرَاجِمِ شيُوخ البَيهَقِيّ: ص ۳۴۷)

(۵) حافظ ابو احمد، عبد اللہ بن عدی الجرجانیؒ (م ۳۶۵؁ھ) مشہور ثقہ، حافظ الحدیث اور ائمہ جرح وتعدیل میں سے ہیں۔

(تاریخ الاسلام: ج۸: ص ۲۴۰)

(۶) اسحاق بن ابراہیم بن ابی الورس الغزیؒ بھی صدوق، قاضی ہیں۔

(میزان الاعتدال: ج۴: ص ۳۱۴، الکامل: ج۱: ص ۷۹، ۱۶۴، ارشاد القاصی والدانی: ص ۲۰۷، مجمع الزوائد: ج۱: ص ۸، طبع مکتبۃ القدسی، قاہرہ، حدیث نمبر ۱۱۷۵۷)

(۷) عبد الرحمٰن بن ابراہیم، ابو سعید دحیمؒ (م ۲۴۵؁ھ) صحیح بخاری کے راوی اور ثقہ، حافظ، متقن اور ائمہ جرح وتعدیل میں سے ہیں۔ **(تقریب: رقم ۳۷۹۳)**

(۸) یعقوب بن الفرجؒ سے ۲ لوگوں نے روایت کیا ہے۔

- امام دحیمؒ (م ۲۴۵؁ھ)

- ابو بکر حماد بن المبارکؒ۔ **(کتاب السنۃ للخلال: ج ۲: ص ۴۵۲)**،[8]

اور آپؒ حافظ ابن عدیؒ (م ۳۶۵؁ھ) کے نزدیک صدوق ہیں۔

(تاریخ ابن عساکر: ج ۵۹: ص ۸۸، الکامل لابن عدی: ج۱: ص ۷۹)

(۹) عبد اللہ بن المبارکؒ (م ۱۸۱؁ھ) مشہور ثقہ، امام، حافظ، ثبت، فقیہ ہیں۔ **(تقریب: رقم ۱۸۱)**

---

[8] اس بات کا احتمال ہے کہ ابو بکر حماد بن المبارکؒ اور ابو جعفر حماد بن المبارک الدمشقیؒ ایک ہی راوی ہیں، کیونکہ دونوں رواۃ کے شیوخ کا طبقہ ایک ہی ہے۔ واللہ اعلم

(۱۰) خالد بن مہران الحذاء بصریؒ صحیحین کے راوی اور ثقہ ہیں۔ **(تقریب: رقم ۱۶۸۰)**

(۱۱) **ابو قلابة**، عبد اللہ بن زید بصریؒ (م ۱۰۴ھ) بھی صحیحین کے راوی اور ثقہ، فاضل ہیں۔ **(تقریب: رقم ۳۳۳۳)**[9]

(۱۲) شداد بن اوسؓ (م ۶۱ھ) صحابی رسول ﷺ ہیں۔ **(تقریب: رقم ۲۷۵۲)**

لہذا یہ سند بھی حسن ہے۔

آٹھویں حدیث:

مشہور امام، محدث ابو بکر الآجریؒ (م ۳۶۰ھ) فرماتے ہیں:

حدثنا أبو بكر عبد الله بن محمد بن عبد الحميد الواسطي قال: حدثنا العباس بن أبي طالب قال: حدثنا عبد الرحمن بن نافع قال: حدثنا سلمة بن بشر أبو بشر قال: حدثنا صدقة بن خالد قال: حدثني وحشي بن حرب بن وحشي, عن أبيه, عن جده قال: أردف النبي صلى الله عليه وسلم معاوية, فقال: «يا معاوية ما يليني منك؟» قال: بطني, قال: «اللهم املأه علما وحلما»۔

حضرت وحشی بن حربؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاویہؓ کو سواری پر اپنے پیچھے سوار فرمایا، پھر آپ نے فرمایا: اے معاویہ! تمہارا کونسا حصہ میرے سے قریب ہے، انہوں نے کہا: میرا پیٹ، آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! اسے علم اور حلم سے بھر دے۔ **(الشریعة للآجری: ج۵: ص ۲۴۴۰)**

سند کے رواۃ کی تفصیل:

(۱) امام ابو بکر، محمد بن الحسین بن عبد اللہ الآجریؒ (م ۳۶۰ھ) مشہور ثقہ، محدث اور امام ہیں۔

---

[9] ابو قلابہؒ کی ملاقات، اگرچہ شداد بن اوسؓ سے ثابت نہیں ہے، لیکن انہوں نے یہاں پر "**أَبِي الْأَشْعَثِ الصَّنْعَانِيِّ**" سے ارسال کیا ہے، کیونکہ کتب حدیث میں جتنی احادیث ابو قلابہؒ نے شداد بن اوسؓ (م ۶۱ھ) سے بیان کی ہے، ہمارے علم کے مطابق، وہ تمام کی تمام شداد بن اوسؓ کے شاگرد "**أَبِي الْأَشْعَثِ الصَّنْعَانِيِّ**" سے مروی ہیں، لہذا یہ روایت بھی "**أَبِي الْأَشْعَثِ الصَّنْعَانِيِّ**" کی طریق سے ہونے کی وجہ سے، متصل ہے۔ واللہ اعلم

(کتاب الثقات للقاسم: ج ۸: ص ۱۵۳)

(۲) عبد اللہ بن محمد بن عبد الحمید، ابو بکر القطانؒ بھی ثقہ ہیں۔ **(تاریخ الاسلام: ج ۷: ص ۱۸۳)**

(۳) عباس بن ابی طالب، ابو محمد بغدادیؒ **(م ۲۵۸ھ)** صدوق ہیں۔ **(تاریخ الاسلام: ج ۶: ص ۹۹)**

(۴) عبد الرحمٰن بن نافع، ابو زیاد المعروف بالدرخت بھی ثقہ ہیں۔ **(تاریخ الاسلام: ج ۵: ص ۸۶۴)**

(۵) سلمۃ بن بشر، ابو بشر دمشقیؒ بھی صدوق ہیں۔

ثقہ، حافظ، امیر المومنین فی الحدیث، امام یحیی بن سعید القطانؒ **(م ۱۹۸ھ)** نے ان سے روایت لی ہے۔ **(العلل احمد بروایت عبد اللہ: رقم ۳۸۲۴، مصنف ابن ابی شیبہ: حدیث نمبر ۲۰۱۷۹)** جو کہ اس بات کی دلیل ہے کہ سلمۃ ان کے نزدیک ثقہ ہیں۔ **(دراسات حدیثیۃ متعلقۃ بمن لا یروی الا عن ثقۃ للشیخ ابی عمرو الوصابی: ص ۳۷۹، اتحاف النبیل للشیخ ابی الحسن السیلمانی: ج ۲: ص ۱۲۳،)**

امام ابن حبانؒ نے ان کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ **(کتاب الثقات لابن حبان: ج ۸: ص ۲۸۶)**

(۶) **صدقۃ** بن خالدؒ **(م ۱۷۱ھ)** صحیح بخاری کے راوی اور ثقہ ہیں۔ **(تقریب: رقم ۲۹۱۱)**

(۷) وحشی بن حرب بن وحشیؒ صدوق ہیں۔

امام عجلیؒ **(م ۲۶۱ھ)**، امام ابن حبانؒ **(م ۳۵۴ھ)**، حافظ ہیثمیؒ **(م ۸۰۷ھ)** وغیرہ نے آپؒ کو ثقہ کہا ہے۔

(معرفۃ الثقات للعجلی: رقم ۱۵۴۷، کتاب الثقات لابن حبان: ج ۷: ص ۵۶۴، الا معجم الکبیر للطبرانی: ج ۲۲: ص ۱۳۷، مجمع الزوائد: حدیث نمبر ۱۳۲۵۱)

حافظ بغویؒ **(م ۵۱۶ھ)**، حافظ عبد الحق الاشبیلیؒ **(م ۵۸۱ھ)**، حافظ عراقیؒ **(م ۸۰۶ھ)** نے بھی ان کی روایت کو حسن کہا ہے۔ **(مصابیح السنۃ: ج ۳: ص ۱۷۳، ج ۱: ص ۱۱۰، الاحکام الوسطی: ج ۴: ص ۱۵۰، تخریج احادیث الاحیاء: ص ۴۳۵)**

امام ابو داودؒ (م۲۷۹ھ) نے بھی بذریعہ سکوت ان کی روایت کی تصحیح کی ہے۔(**سنن ابو داود: حدیث نمبر ۳۷۶۴**)

نیز **صدقة** بن خالدؒ (م۱۷۱ھ) نے ان سے روایت لی ہے اور وہ اپنے نزدیک عام طور سے صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں۔(**دراسات حدیثیة متعلقة بمن لا یروی الا عن ثقة للشیخ ابی عمرو الوصابی: ص ۲۶۳**)، لہذا یہ راوی صدقہؒ کے نزدیک بھی ثقہ ہیں۔

خلاصہ یہ کہ وحشی بن حرب بن وحشیؒ صدوق ہیں۔ واللہ اعلم

(۸) وحشی کے والد ابو وحشی، حرب بن وحشیؒ بھی صدوق ہیں۔

امام ابن حبانؒ نے "**الثقات**" میں شمار کیا ہے۔(**ج۴: ص۱۷۳**) اور حافظ ہیثمیؒ (م۸۰۷ھ) نے آپؒ کو ثقہ کہا ہے۔(**الامعجم الکبیر للطبرانی: ج۲۲: ص۱۳۷، مجمع الزوائد: حدیث نمبر ۱۳۲۵۱**)

حافظ بغویؒ (م۵۱۶ھ)، حافظ عبد الحق الاشبیلیؒ (م۵۸۱ھ)، حافظ عراقیؒ (م۸۰۶ھ) نے بھی ان کی روایت کو حسن کہا ہے۔(**مصابیح السنة: ج۳: ص۱۷۳، ج۱: ص۱۱۰، الاحکام الوسطی: ج۴: ص۱۵۰، تخریج احادیث الاحیاء: ص۴۳۵**)

امام ابو داودؒ (م۲۷۹ھ) نے بھی بذریعہ سکوت ان کی روایت کی تصحیح کی ہے۔(**سنن ابو داود: حدیث نمبر ۳۷۶۴**)

حافظ ابن حبانؒ (م۳۵۴ھ)، امام حاکمؒ (م۴۰۵ھ)، امام ضیاء الدین مقدسیؒ (م۶۴۸ھ) وغیرہ نے ان کی روایت کی تحسین ہے۔(**صحیح ابن حبان: حدیث نمبر ۵۲۲۴، المستدرک: ج۳: ص۳۳۷، الاحادیث المختارة: ج۱: ص۱۳۱**)

لہذا آپؒ بھی صدوق ہیں۔

(۹) وحشی بن حرب الحبشیؓ مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں۔(**تقریب**)

لہذا اس روایت تمام روات مقبول ہیں اور یہ سند حسن ہے۔ واللہ اعلم

خلاصہ:

اس پوری تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضرات معاویہؓ (م ٦٠ھ) کی فضیلت میں صحیح و مقبول احادیث موجود ہیں۔

لہذا یہ کہنا کہ ان کے مناقب میں کوئی بھی روایت صحیح نہیں، باطل و مردود ہے۔